عبد الرزاق زاہد سیالکوٹی

تعلیم کا حقیقی تصور

اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی حکمت کے تحت انسان کو پیدا فرمایا ہے اور پیدا فرما کر بے شمار انعامات سے اسکو نواز دیا۔ انہیں انعامات میں ایک بڑا انعام یہ بھی ہے کہ اللہ نے انسان کو تمام مخلوقات کا سردار بنادیا اور اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا۔

ایک عقلی قاعدہ ہے کہ کسی اعزاز کا حصول اگرچہ بہت اہم ہوتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم اس اعزاز کو حاصل کرنے کے بعد اس کو برقرار رکھنا ہے۔ خالق حقیقی نے انسان پر ایک اور بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ یہ اعزاز دینے کے بعد اس کو وہ تمام لوازمات عطا کردیے جو اس اعزاز کو باقی رکھنے کے لیے ضروری تھے۔ اس بات کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے ہمیں ذرا غور کرنا پڑے گا کہ انسان میں ظاہری افضلیت کے علاوہ کونسی ایسی صفات تھیں جن کی وجہ سے اللہ نے اس کو جمیع مخلوقات سے افضل قرار دے دیا۔

کسی زمانے میں طالبعلم طبقہ کے ہاں یہ سوال بڑی اہمیت کا حامل تھا کہ انسان کو دیگر مخلوقات پر کس وجہ سے افضلیت دی گئی۔ معمہ بہرحال حل ہوگیا اور اہل علم و دانش نے کافی غور خوض کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انسان اپنے علم و عقل کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات پر فوقیت رکھتا ہے۔ اب ہمارے سامنے دو چیزیں آتی ہیں :-

(1) علم

(2) عقل

یہاں ہم ان میں سے صرف اول الذکر یعنی علم کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

علم کی مختلف علماء، فضلاء، مفکرین، دانشوروں اور اہل حکمت نے مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں میرے خیال کے مطابق امام شافعیؒ کی تعریف بہترین ہے کہ العلم ما قال اللہ وما قال رسول اللہ یعنی علم صرف دو چیزوں کا نام ہے۔

(1) جو اللہ نے فرمایا۔

(2) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اب میرے جدید دور کے دلدادہ بھائی اور ممکن ہے بعض دیندار بھائی بھی یہ اعتراض کریں کہ جناب جب آپ نے اس قول کو ترجیح دیدی ہے تو آپ کے بقول تو قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی اور چیز علم میں داخل ہی نہیں ہے اس لئے آپ یہ تمام کتابیں جن میں فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، صرف، نحو، منطق، بلاغہ اور اس قسم کی دوسری تمام چیزیں شامل ہیں فی الفور ترک کریں۔ اور صرف کتب حدیث اور قرآن کا مطالعہ کریں۔ آگے جانے سے پہلے میں اس اشکال کو رفع کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں جو چیزیں قرآن وحدیث کو سمجھنے میں مد اور معاون ثابت ہو سکتی ہیں یا جن کتب سے قرآن و حدیث کی وضاحت ہوتی ہے وہ بھی قرآن وحدیث کے علم کا ہی ایک حصہ ہیں لہٰذا ان کو اس علم سے الگ قرار نہیں دیا جا سکتا اشکال امید ہے رفع ہو گیا ہو گا۔

یہ چند باتیں تو بطور تمہید یا ابتداء کے تھیں اصل میں آج میں جس موضوع پر چند الفاظ سپرد قلم کرنا چاہتا ہوں وہ دور حاضر کا نظام تعلیم ہے۔ علامہ اقبالؒ آج سے کئی سال قبل اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچ چکے ہیں۔ ؎

شکایت ہے مجھے یا رب خداوند ان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

آج ہم نے جس چیز کو تعلیم کا نام دے رکھا ہے غور کریں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ یہ تعلیم نہیں بلکہ اس کو اگر مغربی کلچر کی تبلیغ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ اسی نام نہاد تعلیم کا کارنامہ ہے کہ آج کی نوجوان نسل اسلام کا نام لینا بھی نہیں چاہتی بلکہ وہ اس سبق کو جو انہوں نے اپنے مغربی ایجنٹوں اور مشرقی ملوطوں سے پڑھا ہے عام دھراتی نظر آتی ہے کہ اسلام قدامت پسندی کا سبق دیتا ہے اور جدید علوم سے منع کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب ان بگڑے ہوئے بچوں کو کون سمجھائے کہ اسلام

(۵) حصول قبلہ اول۔

(۶) بین الاقوامی عزت و احترام۔

(۷) امداد الٰہی کے تحت خطرات کا کامیاب مقابلہ اور قومی و ملکی خوف و تشویش سے کلی نجات۔

جو برکات آخرت میں حاصل ہوں گی وہ یہ ہیں:

(۱) خوشنودی باری تعالیٰ۔

(۲) خوشنودی رسول اللہ ﷺ ۔

(۳) دیدار الٰہی۔

(۴) شفاعت رسول اللہ ﷺ ۔

(۵) حوض کوثر پر تشنگی سے نجات۔

(۶) حشر و نشر میں آسانی۔

(۷) خلفاء راشدین کے جھنڈے کے زیر سایہ قیام۔

(۸) قبر کے حساب و کتاب میں آسانی۔

(۹) جنتی محلات میں رہائش۔

(۱۰) فردوسی باغات میں سیر و تفریح۔

(۱۱) حوران بہشت و غلمان کا حصول۔

(۱۲) مومنانہ آرام دہ زندگی۔

(ماخوذ از نظریہ برکات نظام خلافت راشدہ۔ علوی صاحب)

دور حاضر میں مسلمانوں کی بقاء کا راز:

دور حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کا راز اسی نظام کے قیام میں مضمر ہے انہیں چاہئے کہ ایک دفعہ پھر سب مل جل کر اس نظام کو برپا کردیں کیونکہ اس کے قیام سے ہی اسلام کی صحیح حفاظت ہوگی بلکہ دعوت و جہاد سے غلبہ بھی نصیب ہو گا۔

یاد رکھئے صرف یہ نظام ہی اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کا اہم ذریعہ ہے جو کل انسانیت کو وحدت نسل آدم اور وحدت الٰہ کا درس دیتا ہے جو امن عالم کا داعی ہے اور اسانیت کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔

اقبال نے کیا خوب کہا:

تا خلافت کی بنا ہو پھر دنیا میں استوار
ڈھونڈ کر لا کہیں سے اسلاف کا قلب و جگر

ذرا ایک نظر حالات حاضرہ پر بھی دوڑا کر دیکھ لیں کہ:

موجودہ سیاست نے ہمیں کیا دیا

(۱) تشویش و گھبراہٹ (۲) ذہنی و فکری پریشانی
(۳) قتل و غارتگری (۴) دہشت گردی
(۵) عصمت ریزی (۶) عدم تحفظ نفس و مال
(۷) منافقت کی تعلیم (۸) جھوٹ و غدر
(۹) عدل کی جگہ ظلم (۱۰) اللہ و رسول ﷺ سے اعلان جنگ
(۱۱) اخلاقی بے رواہ روی (۱۲) سیاسی، معاشی، قانون، تمدنی، تہذیبی، روحانی و عقلی بے راہ روی
(۱۳) ذکرالٰہی سے انحراف (۱۴) دنیا کی حد سے زیادہ حرص و لالچ
(۱۵) عہدہ طلبی (۱۶) غریبوں پر ظلم و ستم
(۱۷) مہنگائی (۱۸) عریانی و فحاشی (۱۸) شرک کا تحفظ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دیئے ہوئے ضابطہ حیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ضلالت و گمراہی کی تمام راہوں سے محفوظ فرمائے۔

ممکن نہیں افراد کے اخلاق سنوارے
تہذیب جو افرنگ کے سانچے میں ڈھلی ہو

اهدنا

کرتا ہے۔کہ:

﴿ من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم ا لقیامۃ اعمی ﴾ (طٰہٰ)

کیونکہ انسان جب دنیا کی رنگینیوں میں کھو جائے تو غیر ارادی طور پر اللہ سے دور ہونے لگتا ہے پہلے مستحبات کا اہتمام کرتا تھا تو ان میں سستی ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ ان کو ترک کر دیتا ہے اس کے بعد پھر فرائض کی باری آتی ہے اور جب فرائض سے پہلوتہی ہونے لگے تو اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر دینی تعلیمات سے اعراض کر لیا ہے جو اسکی دنیاوی بے سکونی اور اخروی بربادی کا سبب ہے۔ دینی تعلیم کے دیگر بے شمار فوائد میں ایک اور بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان راہ حق سے جلد نہیں ہٹتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جو انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے برقرار رہتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ اسلام کی صحیح تعلیم سے گریز کرتے ہیں بلکہ اس میں کئی قسم کے نقائص تلاش کرنیکی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر غور کیا جائے تو اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ اصل تعلیم ہی دینی ہے کیونکہ اس زمانے میں انسان کی اوسط عمر ۶۰ یا ۷۰ برس ہے جبکہ ایم۔اے کرتے کرتے انسان کی عمر کم از کم ۲۴ برس تو ضرور ہو جاتی ہے دوسرے لفظوں میں بقیہ ۳۸ یا ۴۳ سال کی زندگی گزارنے کے لیے ہم نے ۲۴ سال تیاری کی کیونکہ دنیاوی تعلیم کا آخرت سے کوئی تعلق نہیں جبکہ یہ زندگی بھی فانی، پر فتن، مصائب کا مجموعہ، اور تکالیف کا گڑھ ہے اس کے لیے تو اتنی مدت تیاری۔ لیکن افسوس! کہ ابدی زندگی جس میں نہ بڑھاپا ہو گا نہ کوئی مرض وہ دنیا غیر فانی ہوگی جہاں موت کا تصور بھی نہ ہو گا اس دنیا کے لیے،!! اس زندگی کی بہتری کے لیے کتنا عرصہ تیاری کی ہے کبھی ہم نے غور کیا؟ یقیناً نہیں کیا ہو گا کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز سامنے واضح ہو اس کے بارے میں فکر کرتا ہے لیکن اس حقیقت

سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح عام زندگی میں بے شمار چیزوں کو نہ دیکھنے کے باوجود محض دلائل وبراہین کی موجودگی میں ہم ان پر یقین کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اسی طرح آخرت کا مسئلہ ہے اگرچہ ہم نے آخرت کو آنکھوں سے دیکھا نہیں لیکن اسکی موجودگی کے بارے میں ۶ عقلی دلائل کی اتنی بھرمار ہے کہ انکار نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اس زندگی کی بہتری کے لیے اور اس زندگی میں راحت و سکون حاصل کرنے کے لیے ہمیں فکر کرنے کی ضرورت ہے اور یہ تو واضح بات ہے کہ سوچوں کے دھارے نظریات کو جنم دیتے ہیں اور نظریات انسان کو کوشش پر مجبور کرتے ہیں اور کوشش جب عمل کا روپ اختیار کرلے تو انسان کی زندگی میں انقلاب کی ابتدا ہو جاتی ہے آج اگر ہم آخرت کی فکر کریں اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو اپنی زندگی کا مقصد اولین سمجھیں تو ہمارے سامنے وہ بنیاد آجائیگی جس پر ہم اسلام کے نفاذ کی عمارت تعمیر کر سکیں گے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اپنی تمامتر عظمتوں اور اعجاز کے باوجود دنیا میں مظلومیت کا شکار ہے آخر کیوں؟ نظریات اور مذاہب اسی وقت دم توڑتے ہیں جب ان کے حاملین ان میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو نتیجہ پھر تنزل کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ آج امت مسلمہ سوئی ہوئی ہے کسی کو کچھ ہوش نہیں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ہم خواہ کتنے ہی بے دین کیوں نہ ہو جائیں اپنے لیے کافر کا لفظ سننے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ اسطرح ہماری اجتماعی منافقت کا پردہ چاک ہو جائے گا اور ہماری اسلام سے محبت کھل کر سامنے آجائیگی۔

اغیار ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیل رہے ہیں، کفر کے مکرو فریب کے جال کس قدر ناقابل یقین حد تک کامیاب ہیں، استعماری اور اسلام دشمن قوتیں اپنی بازی کس طرح کھیل رہی ہیں ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔ یہ جگہ جگہ کھلنے والے مشنری سکول یہ فری ہیلتھ سنٹر اور یہ پبلک لائبریریاں اور ان سے ملنے والی بہترین کتب منافقت کا مظہر ہیں

کا تو سب سے پہلا درس ہی حصول علم کی ترغیب دیتا ہے کہ ﴿ اقراء باسم ربك الذی خلق ﴾ لیکن اگر اس قسم کی چیزوں کا حوالہ دیا جائے تو یہ بحث چھڑ جاتی ہے کہ یہ تو پرانی باتیں ہیں لیکن یہ نہیں غور کیا جاتا کہ ان پرانی باتوں کو جب چیلنج کرنا ناممکن ہے تو کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے

میں بات کر رہا تھا نظام تعلیم کی تو بحیثیت مسلمان یہ ایک بہت بڑا فرض ہے جو ہمارے ذمہ ہے جہاں ہمیں ایک بہت بڑی سعادت حاصل ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی امت میں سے ہیں وہاں ہمیں لوگوں کو اس سعادت کیطرف بلانے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں ہمیں اسی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر (التوبہ)

اس سے واضح ہوا کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اہل ایمان اور اہل اسلام کی ایک بہت بڑی صفت ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک بہت طویل موضوع ہے اس پر سر دست گفتگو نہیں ہو رہی البتہ اگر یہ بات اب ضمناً آگئی ہے تو ہم اس کو اپنے موضوع سے اس طرح منسلک کرتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جب اہل ایمان کی ذمہ داری اور بہت بڑی علامت ہے تو نیکی اور برائی کا ہمارے پاس کون سا معیار ہے جس سے ہمیں پتہ چل سکے کہ یہ نیکی ہے اور یہ برائی ہے یہاں پھر وہی چودہ سو سال پرانی شریعت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کہ نیکی وہ ہے جس کو شریعت اسلامیہ نیکی کہے اور برائی وہ ہے جس کو شریعت نے برائی قرار دیا ہو۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ نیکی کا معیار صرف شریعت ہے تو جب تک شریعت کا علم نہ ہو گا ہم نیکی اور بدی کی نہ پہچان کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی معیار مقرر کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصل علم وہی ہے جو انسان کو ایسے خطوط مہیا کرے جن پر چل کر

انسان ایسے معیار مقرر کر سکے کہ جس سے اسے التمیز بین الصحیح و الغلط کا حصول ہو کیونکہ کوئی بھی معاشرہ جس میں اچھائی اور برائی کی تمیز نہ رہے وہ جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اس وقت اگر ان ممالک کا جائزہ لیا جائے جن کو ہم ترقی یافتہ کہتے ہیں اور جن کی اندھا دھند تقلید ہماری زندگی کی ترجیح بن چکی ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ :۔

تو نے دیکھا نہیں کیا مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

خود مغربی مفکرین اس سوچ میں غلطاں ہیں کہ ہمارے معاشرے کا انجام کیا ہو گا کیونکہ ان کے ہاں اخلاقی اقدار، معاشرتی پابندیاں اور اچھائی برائی کے وہ معیار رائج ہیں جو انسانوں کے ایجاد کردہ ہیں جبکہ اسلام کا نیکی اور بدی کا معیار اللہ کا تخلیق کردہ ہے اس وجہ سے اسلامی تعلیم کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

کسی بھی قوم کی کوئی نہ کوئی علامت ایسی ضرور ہوتی ہے جو اسکو دوسری اقوام سے منفرد کرتی ہے، اپنا تشخص اور اپنے اصل کو ترک کر دینے والی اقوام کائنات سے مٹ جاتی ہیں۔ لیکن ان کا مٹنا ضروری نہیں کہ یک لخت ہی ہو بلکہ عموماً قوموں کی تباہی بتدریج ہوتی ہے۔ آج امت مسلمہ کی دگرگوں حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اسکی کئی وجوہات ہیں ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اہل اسلام جن کو اسلام کی مکمل اجتماعی اور انفرادی تصویر بامثال ہونا چاہیے تھا اپنے اصل سے ہٹ چکے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں اس سے زیادہ ستم ظریفی کی بات کیا ہوگی کہ آج کے مسلم نوجوان کو فلموں، ڈراموں، اداکاروں، گلوکاروں اور سینماؤں کے نام تو یاد ہیں لیکن قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء، تاریخ اسلام کے روشن ترین پہلو اور اپنے اسلاف کے کارنامے یاد نہیں ہیں۔ کیا جدید تعلیم کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے اسلام جہاں جدید علوم سے واقفیت کی طرف ترغیب دیتا ہے وہاں اس بات کا بھی واضح اعلان

اور جن کی لکھائی چھپائی، کاغذ نہائت نفیس ہوتا ہے کیوں عوام الناس میں مفت تقسیم ہو رہی ہیں؟ کبھی سوچا آپ نے! آپ کو آئینہ دکھائیں یہ کفر کی ایک بہت بڑی سازش ہے کیونکہ کفر نے ہماری اس کمزوری کو بھانپ لیا ہے کہ مسلمان اندر سے کھوکھلے ہو چکے ہیں یہ صرف نام کے مسلمان ہیں ان کے اندر کچھ نہیں۔ کچے ذہن کفر کی پرکشش ثقافتی یلغار میں پہلے ہی بہے ہوتے ہیں۔ اوپر سے پھر قرآن و حدیث (جو کہ تمام تر فتنہ و فساد کا بہترین اور مدلل رد ہے) کی تعلیم ہوتی نہیں لہٰذا بہت جلد اس سازش کا شکار ہو کر اسلام سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق قیام پاکستان کے وقت یہاں عیسائیوں کی آبادی 30,000 تھی جبکہ ملک کی کل آبادی پانچ یا چھ کروڑ۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس طرح مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے عیسائیوں کی آبادی میں بھی اسی تناسب سے اضافہ ہوتا لیکن یہ الفاظ تحریر کرتے ہوئی کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی اس وقت ساڑھے تیرہ کروڑ کے لگ بھگ ہے جبکہ عیسائی پچاس لاکھ سے بھی تجاوز کر چکے ہیں کیا ان کی شرح پیدائش اتنی تیز ہے کہ اتنی مختصر مدت میں اتنا اضافہ ہو گیا ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنایا ہے اور ان کا سب سے زیادہ شکار نوجوان نسل رہی ہے کیونکہ نوجوانون کے پاس قرآن وحدیث کا علم تھا نہیں اور وہ آئینہ بھی نہیں تھا جو ان کو عیسائیت کا حقیقی نقشہ دکھا دیتا پھر یہ کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی روایت پر عمل کرتے ہوئے شراب اور شباب کا کھیل بڑی کامیابی سے کھیلا۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے عاری، دین سے دور اور ایمان سے خالی مسلمانوں کی نوجوان نسل بڑی آسانی سے ان کے دام فریب میں پھنس گئی اور آج وہ کامیاب ہیں جبکہ ہم پھر بھی ہوش میں نہیں آئے بلکہ اب بھی اپنے بچوں کو ان کے سکولوں میں (جو کہ دراصل جہنمی سلسلہ کے ابتدائی مراحل ہیں) داخل کروانے کی سرتوڑ کوششیں کرتے ہیں اس کے مقابلے میں ہمارے بچوں کی دینداری صرف سادہ قرآن مجید پڑھنے تک محدود ہے بلکہ کئی ماڈرن گھرانوں میں تو اب یہ رسم

بھی ختم ہو گئی ہے۔ آپ خود غور کریں کہ ایسے ماحول کے پرورش شدہ بچے مستقبل میں اسلام کے پاسبان کس طرح بن سکتے ہیں اور اسلام کی خاطر جان کی بازی لگانے کے لیے کب تیار ہو سکتے ہیں۔ یہ دینی تعلیم کا ہی طرۂ امتیاز ہے کہ انسان میں ادب و احترام، جرات و بہادری، حق گوئی و بے باکی، غیرت و حمیت اور روشن مستقبل کے حصول کا جذبہ پیدا کرتی ہے کیونکہ جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اپنے روشن ماضی کا پتہ چلتا ہے ماضی کے بزرگوں کے ناقابل فراموش کارنامے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بیدار کرتے ہیں قرآن و حدیث میں موجود کامیابی کی نویدیں دنیا سے بے پرواہ ہو کر خالص اللہ کے لیے کام کرنے پر اکساتی ہیں لہٰذا نوجوان خون جوش مارتا ہے اور وہی بات جو اقبالؒ نے کہی ہے کہ :۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

جب ارادے بلند ہوں نگاہیں دور افق پر ہوں، دل میں جذبات کا طوفان موجزن ہو اور قوت ایمانی زاد راہ ہو تو دنیا کی کوئی طاقت پھر مسلمان کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وہ تعلیم ہے جو انسان کو تحت الثریٰ کی پستیوں سے نکال کر عوج ثریا کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔ جبکہ مغربی تعلیم انسان کو اس جہنم میں پھینک دیتی ہیں جس میں آج خود مغرب جل رہا ہے اور وہاں کے دانشور بذات خود مغرب کو تباہی و بربادی کی نوید سنا رہے ہیں کیونکہ ان کی تعلیم میں اسلام جیسا تقدس، روحانیت، پاکیزگی، نفاست، لطافت اور نظافت نہیں بلکہ ان کی تعلیم در حقیقت انسان کو حیوانیت کی طرف لے جانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کیونکہ ان کی تعلیم میں سراسر شہرت پرستی، لذت پرستی، خود غرضی، بے ایمانی، بددیانتی، جنسی بے راہ روی، زر پرستی اور حسن پرستی جیسی لعنتیں بدرجہ اتم موجود ہیں اس لیے ہمیں زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح ہم سائنس و ٹیکنالوجی کو دنیاوی زندگی میں کامیابی کا جزو لازم اور شرط قرار دیتے ہیں اس طرح دینی

تعلیم کو دارین کی کامیابی کی ضمانت تصور کرتے ہوئے اس کی طرف خصوصی توجہ دیں اور "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے اپنی اولادوں کو دینی تعلیم دلوائیں اسی میں ہماری کامیابی اور اسی میں اسلام کی ترقی وعروج کا راز پوشیدہ ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں۔

سلیقہ و طریقہ آجائے اور مطالعہ کا ذوق وشوق پروان چڑھے۔ اور فرمایا کہ ماشاء اللہ طلبہ نے دیئے گئے مضامین کے مطابق کافی جدوجہد سے تیاری کی ہے بالاخر صدر مجلس کے دعائیہ کلمات کے ساتھ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

آپ نے اپنے پیچھے دو بھائی میاں سراج احمد، قاری مشتاق احمد اور ایک بوڑھی والدہ آٹھ بچے، ایک بیوہ سوگوار جن میں سے بڑا لڑکا حافظ سجاد احمد ماشاء اللہ قراءت پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے والد گرامی کا صحیح جانشین بنائے اور خدمت قرآن کے لئے توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

بحمد اللہ تم